سرسید احمد خان: جدید فکر و نظر اور ترقی کے بانی

(Sir Syed Ahmad Khan: Founder of Modern Thought & Development)

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2022.06041839

ڈاکٹر عاصمہ رانی

Dr. Aasma Rani
Assistant Professor, Department of Urdu
Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

ڈاکٹر اقصیٰ نسیم سندھو

Dr. Asqa Naseem Sindhu
Assistant Professor, Department of Urdu
Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

Abstract:

The role of Sir Syed Ahmed Khan is that of a thinker and reformer as well as a fighter who seems to fight with a pen instead of a sword. To achieve the goal, he not only gave the degenerated nation a new direction of thought and action with his insight and intelligence, rather, they were attracted towards the acquisition of modern sciences in order to regain their lost position and join the honorable nations. Sir Syed awakened the sleeping nation with his dedication, sincerity, selflessness and intellectual cum practical power and led them on the path of knowledge and action. Knowing modern scientific and English sciences as the source of development, Sir Syed made it necessary to acquire these sciences and tried to harmonize Islam and religious sciences with the latest ideas and philosophies that continue to this day. The publication of Tehzeeb-ul-Akhlaq and establishment of the Muhammadan Anglo-Oriental College were outputs of Sir Syed's modern ideas. Through this paper, Sir Syed's modern thought and vision have been presented, which can be a beacon for a nation even today.

Keywords:

Sir Syed Ahmad Khan, Modern Educational Trends, Science Education, Tehzeeb-ul-Akhlaq, Muhammadan Anglo-Oriental College.

اردو ادب کی ایک عظیم شخصیت سر سید احمد خان جنہوں نے نہ صرف ہندوستانیوں کے مسائل پیش کیے بلکہ مختلف علمی وادبی ادارے قائم کر کے انہیں ترقی کی راہوں پہ بھی گامزن کی۔ ان کا تعلق ایسے دور سے تھا جہاں سوئی قوم کو بیدار کرنے کی اشد ضرورت تھی اس حوالے سے پہلا قدم جدید علم وادب کی طرف قوم کو راغب کرنا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنا پہلا علمی وادبی رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا۔ "تہذیب الاخلاق" میں مذہب، تہذیب وشائستگی، جدید علم وادب اور ہمہ جہت فکر واصلاح کے حوالے سے بے شمار مضامین لکھے گئے جس نے ایک قوم کی بہترین نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔ "تہذیب الاخلاق" کی تعریف میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ:

> "تہذیب الاخلاق" قوم کی تاریخ میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کے اثر سے مذہب اخلاق تعلیم اور ادب کی سطح پر فرد معاشرہ کے انداز نظر اور سوچ میں ایسی تبدیلیاں میں کہ سری تریکی بسانے میں کامیاب ہوئی جس کا اظہار خود سر سید نے تہذیب الاخلاق" کے آخری پرچے ۱۲۹۳ھ میں کیا ہے۔"(۱)

مسلمان قوم کو اعلیٰ تعلیم کے ذریعے نئی ٹیکنالوجی کی طرف راغب کیا جس کے استعمال سے وہ ایک بار پھر سر اٹھا کر جی سکتے ہیں۔ قوم کو جدید علوم کی طرف راغب کرنا ہی ان کی زندگی کا اصل مقصد تھا۔ جدید علوم کی بدولت ہی مسلمان قوم ترقی کر سکتی ہے۔ انگریزی تصانیف کا مطالعہ صرف نئی ایجادات سے آگاہی کے لیے ہونا چاہیے مگر افسوس آج کل بچے اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ممالک کا سفر تو کرتے ہیں مگر وہیں کہ ہو کے رہ جاتے ہیں۔ ہماری عظیم شخصیت سر سید اور اقبال نے انگریزی کتب کا مطالعہ اور وہاں کے ماحول کو دقت نظر سے دیکھا لیکن وہاں بسنے کے بجائے اپنے ملک واپس آئے اور قوم کو علم وحکمت کی روشنی سے آگاہ کیا اور قوم پر یہ سچائی بھی کھولی کہ وہ دنیا میں بے مقصد نہیں آئے بلکہ بامقصد تعلیم کے قابل بھی ہیں اور علم حاصل کر کے نئی ایجادات کرنا اُن کی ذمہ داری بھی ہے۔

انیسویں صدی کی ایک اہم شخصیت سر سید احمد خان ہیں جنہوں نے اپنے علم کے ذریعے اردو ادب میں انقلاب برپا کیا۔ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو اس بات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ اس وقت نظام حکومت کمال کا تھا جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ سر سید کے مقصد حصول تعلیم کی وجہ یہ بھی تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کو جہالت اور توہم پرستی سے بچایا جاسکے نیز معاشرتی، مذہبی اور سماجی اعتبار سے ان کو ایک زندہ قوم بنایا جاسکے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی کہ مسلمان قوم ہندوستانی اور انگریزی اقوام سے تعلیمی میدان میں بہت پیچھے رہ گئی ہے اسی وجہ سے سوئی قوم کو جگانے کے لیے تعلیم کا سہارا لینا ضروری تھا۔ نذیر احمد بھی اسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

> "ہم جس جس پہلو سے بھی دوسری اقوام کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں ہندوستانی مسلمان کا ہی پلہ جھکا ہوا ہے۔ بے مقدوری اور تہی دستی نے ہم سب کو پست

کر دیا ہے۔"(۲)

جدید دور میں بھی مسلمان اقوام زوال کا شکار ہیں۔ مسلمان اقوام کو حقیقی معنوں میں اپنا کھویا ہوا تشخص واپس پانے کے لیے نہ صرف اپنی ذاتی دشمنی کو بھلا کر یکجا ہونا ہو گا بلکہ نت نئی ایجاد ہونے والی ٹیکنالوجی سے واقفیت ہونا بھی لازمی ہے۔ سرسید کے مطابق صرف چند کتابوں کا مطالعہ کر لینے سے علم و شعور نہیں ملتا بلکہ تربیت بھی اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے جو صرف اچھی سوسائٹی اور سماج و معاشرت کی بدولت ہی ممکن ہے۔ کیونکہ تربیت اور تعلیم میں سب سے اہم حصہ تربیت کا ہے، بغیر تربیت کے تعلیم بے معنی ہے۔

سرسید احمد خان بے کار پڑے رہنے اور بے دل ہونے کے خلاف تھے کیونکہ ان کے نزدیک انسان کو ہمیشہ فکر و کوشش کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے جب تک کسی قوم میں کاہلی اور بے دلی ختم نہیں ہو گی وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی اور اس وقت تک قوم کی بہتری کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی جب تک وہ کاہلی اور بے کار پڑے رہنے سے خود کو نکال نہ لے۔(۳)

محنت اور اپنی مدد آپ کا جذبہ بھی قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس سے قوم میں جذبہ اور ہمت کے ساتھ عزت اور غیرت بھی پیدا ہوتی ہے اور قوم ذلیل و رسوا ہونے سے بچ جاتی ہے۔ سرسید کے مطابق قومیں علم اور تجربے کی بنا پر اپنی نسلیں سنوار سکتی ہیں۔

> "اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمہاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو، تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، شغل و اشغال کا، تمہاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟ حاشا وکلّا۔ جب کہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور انسان کی یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے کس قدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے۔"(۴)

سرسید کا ایک مضمون "امید کی خوشی" شاعرانہ اور لطیف انداز میں لکھا گیا ہے جس میں امید کی کرن دل کو پُرسکون کرتا ہے۔ سرسید کے نزدیک ہر مصلح کے لیے امید کی روشنی ہی سب سے اہم ہے کیونکہ ہماری زندگی بے جان ہے جب تک اس میں کوئی حرکت نہ ہو اور یہ حرکت صرف امید اور اپنی مدد آپ کے تحت ہی ممکن ہے۔ امید ہی سے انسان میں سنجیدگی، خوش مزاجی اور بُردباری جنم لیتی ہے۔ سرسید قنوطیت کے نقش بھی اپنے مضمون "سرابِ حیات" میں پیش

کرتے ہیں اور مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"جو بات سچ ہے وہ آپس کی ہمدردی، قومی اعانت، قومی بھلائی ہے جب کہ ہماری قوم کا دنیامیں یہ حال ہے کہ ذلت وخواری، نکہت وجہالت میں مبتلا ہے۔" (۵)

سر سید احمد خان نے جدید علوم کے ساتھ اردو زبان کی ترقی میں بھی اہم کر دار ادا کیا ہے اور اردو زبان و ادب کو اُس وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق تیار کیا ہے۔ سر سید صرف اس بات کی طرف قوم کی توجہ راغب کرتے تھے کہ صرف جدید علوم کے لیے انگریزی زبان کا مطالعہ کیا جائے تا کہ اُن کی تہذیب اور نقشِ قدم پر چلا جائے۔ ان کے مطابق قوم کی ترقی کا دارومدار اپنی قومی زبان کی بدولت ہے۔

"سر سید نے معاشرے اور فرد کی ساری زندگی کا احاطہ کیا اور اتنے مشکل کاموں کو خلوصِ دل سے کمربستہ ہو کر انجام دیا۔ اپنے خلوص، اپنی بصیرت و شعور، اپنی نیک نیتی اور اَن تھک محنت سے وہ قوم کا اندازِ نظر بدلنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور کامیاب بھی ہوئے۔" (٦)

اردو ہماری قومی زبان ہے جس کی حفاظت ہر شہری کا فرض ہے۔ اردو زبان کی حفاظت تو ایک طرف آج مسلمان قوم اپنے شان دار ماضی کو بھلا چکی ہے، جب وہ پورے برصغیر پر حکومت کرتی تھی۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہر شخص انگریزی زبان سیکھنے کو ترجیح دیتا ہے دوسرے الفاظ میں انگریزوں کی غلامی کو بخوشی قبول کیا جا رہا ہے۔ اردو زبان کو سرکاری درجہ نہ ملنے کی بدولت دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر ہم سر سید کے بتائے راستے پر چلیں تو ہم اپنی زبان "اردو" کی بدولت ترقی کر سکتے ہیں۔ اردو زبان کی اہمیت میں اضافے اور فروغ کے لیے سر سید احمد خان نے اردو میں مضامین لکھے جس کا ہر طرف چرچا ہوا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی رقم طراز ہیں۔

"انگریزی ادب سے وہ بہت کچھ لیتے ہیں اور پھر اُس میں اپنی طرف سے بہت کچھ ملا کر اُسے ایک نئی صورت دے دیتے ہیں۔ جس سے جدید رجحانات جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ سر سید نے اردو میں مضمون نگاری کا علم بلند کیا، اس کے قلعے کی فصیلیں تیار کیں اور اب اس میں نئی نئی عمارتیں بنانا اور شجر کاری کرنا آنے والوں کا کام ہے۔ سر سید کی آواز آج بھی ہماری جدید تہذیب، ہمارے کلچر اور اردو ادب کی ممتاز و نمایاں آواز ہے جو پوری طرح ہمارے تہذیبی و فکری وجود میں شامل ہے۔" (۷)

'سائنٹفک سوسائٹی' سر سید کے فکر و نظر کا پہلا عملی نمونہ تھا۔ جس نے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے ذہن کو متحرک کیا۔ سوسائٹی نے حصولِ مقصد کے لئے 'علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ' اخبار کا اجرا کیا۔ جس نے مسلمانوں میں سیاسی

اور ادبی شعور کو بیدار کرنے میں خاصا اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۶۷ میں سرسید کے ذہن میں 'ورنیکلر یونیورسٹی' قائم کرنے کا بھی خیال آیا۔ وہ اس یونیورسٹی کی بنیاد ایسے طرز پر رکھنا چاہتے تھے جس میں انگریزی کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم کا درس بھی دیا گیا۔

سرسید نے مسلمان قوم کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی مگر پھر بھی انھیں طعن و تشنیع کا سامنا رہا۔ یہ وہ عظیم مصلح ہیں جنھوں نے اپنی ذات کی پروا کیے بغیر مسلمان قوم کی بھلائی کی کوششوں میں مصروف عمل رہے اور انھیں اس میں کافی حد تک کامیابی ملی۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے ایک بار پھر سرسید کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں اور کھلی فضاؤں میں سانس لے سکیں۔ مختلف تحقیقاتی اداروں کی رپورٹس کے مطابق پورے ملک میں مسلمان مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں جب کہ انھیں ایک پرچم کے نیچے یک جا ہونا چاہیے اسی میں قوم و ملک کی ترقی پوشیدہ ہے۔ حالی نے سرسید کے متعلق بالکل بجا فرمایا تھا کہ:

تیرے احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے ان کو
کریں گے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائیں گے ان کو (۸)

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، طبع دوم، جلد چہارم، جون ۲۰۱۵ء، ص:۸۶۴

۲۔ https://adbimiras.com/%D9%86sir-sayed-ahmad-khan-ke-taleemi-

۳۔ ifkaar-wa-nazaryaat-ki-asri-manwiyat-by-rukhsar-parween/

۴۔ سرسید احمد خان، مقالات سرسید، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، جلد دہم، ۱۹۶۲ء، ص:۱۲۰-۱۲۱

۵۔ انور صدیقی، انتخاب مضامین سرسید، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۱۱ء، ص:۲۶

۶۔ سرسید احمد خان، مقالاتِ سرسید، ص:۱۲۱-۱۲۲

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، ص:۸۶۳

۸۔ ایضاً، ص:۸۸۲

۹۔ حالی، الطاف حسین، حیات جاوید، دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۸۳۹ء، ص:۲۶۳